

ذات پر اس کا مدار ہے، مولوی محمد قاسم درحقیقت نہایت بزرگ و نہایت مآثر زاد ولی ہیں۔ تمام شلح سہارن پور اور میرٹھ ان کا معتقد ہے۔ دوسرا بڑا سبب مولوی محمد یعقوب صاحب کا ہے، جو مدرس اقل اس مدرسہ کے ہیں اور انھوں نے صرف ۳۵ روپیہ ماہوار مدرسہ سے لینا قبول کیا ہے۔

مختصراً کتاب میں ہر بزرگ کے متعلق فاضل مرتب نے اسی طرح کا مفید اور سبق آموز مواد جمع کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے۔ یہ کتاب بڑھی مقبول ہوگی۔ کیونکہ اس نوعیت کی کج ہمکے ہاں یہ واحد کتاب ہے۔ مولانا عبد الرشید ارشد نے کتاب کی کتابت اور طباعت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اتنی ضخیم کتاب اور اس قدر عمدہ چھپے۔ اس پر ہم انھیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ابن ماجہ اور علم حدیث : مؤلف مولانا محمد عبد الرشید نعمانی۔

زیر تبصرہ کتاب میں ”عہد رسالت سے لے کر امام ابن ماجہ کے زمانہ تک کی تاریخ تدوین حدیث اور امام ممدوح کی کتاب ”سنن ابن ماجہ“ پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے۔ فاضل مرتب نے امام ابن ماجہ کے مفصل حالات زندگی اور ان کی مرتب کردہ ”سنن“ کی خصوصیات کو بیان کرنے کے علاوہ اس کتاب میں علم حدیث پر معلومات کا اتنا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اردو کی کسی کتاب میں آپ کو اتنا مواد کہیں یک جا نہیں ملے گا۔

ابن ماجہ ۲۰۹ھ میں ایران کے شہر قزوین میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ابتدا میں انھوں نے خود اپنے شہر میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد طلب حدیث کے لیے دوسرے ممالک کا سفر کیا۔ مولانا نعمانی نے کوئی ایک سو صفحات ہیں ان اسلامی شہروں اور ان کے علما کا ذکر کیا ہے جو اس عہد میں علمی مراکز کی حیثیت سے مشہور تھے اور جہاں کہ ابن ماجہ تحصیل علم کے لیے پہنچے۔ فاضل مرتب چونکہ بکے حنفی ہیں اس لیے اس ضمن میں انھوں نے زیادہ تر حنفی علما کا ذکر کیا ہے اور اس میں بھی احناف اور غیر احناف کے مناقشات کو کافی جگہ دی ہے۔ بہر حال اس کی وجہ سے ان امور پر معلومات بہت جمع ہو گئی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں یا تبع تابعی؟ علما کے مٹل یہ مسئلہ بھی ماہ الزیلع رکھا ہے۔ مولانا نعمانی نے ثابت کیا ہے کہ امام صاحب تابعی ہیں۔

اس ضمن میں توفیق نے اُس دور میں جب کہ کتب حدیث کی تدوین ہوئی، علم حدیث کی تحصیل کے لیے مسلمانوں میں جو غیر معمولی ذوق و شوق پایا جا تا تھا، اس کی کچھ تفصیلات دی ہیں، لکھتے ہیں :-

..... اس زمانہ میں عام مسلمانوں میں علم حدیث کا شوق اور رواج اس درجہ تھا کہ ایک ایک محدث کے حلقہ درس میں دس دس ہزار طلبہ کا شریک ہو جاتا۔ ناممولی بات تھی..... حافظ ذہبی نے دس ہزار طلبہ کی جو تعداد بتائی ہے۔ یہ عام حلقہ ہوتے، درس کی تھی، ورنہ خاص خاص ائمہ حفاظ کی مجلسِ اہلما میں یہ تعداد اس سے کہیں کہیں زیادہ ہوتی تھی، جو کبھی ایک لاکھ سے بھی اور پہنچ جاتی تھی۔“

اس سلسلے میں توفیق نے بعض ائمہ حدیث کے نام بھی دیے ہیں اور لکھا ہے کہ ائمہ اسلام کو اپنے نبی پاک صلعم کے اقوال و افعال سے حد درجہ کی شیفتگی تھی اور آپ کی حدیثیں جمع کرنے میں انھوں نے بڑی محنت کی۔

سنن ابن ماجہ پر بحث کرتے ہوئے فاضل مرتب نے نفس حدیث، اُس کی کتابت، تدوین اور محدثین پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس ضمن میں یہ بحث آگئی ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حدیث میں امام ابو حنیفہ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ کتاب میں اس غلط فہمی کی تائید میں ملا جیون متوفی ۱۳۰ھ، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے اقوال پیش کرنے کے بعد مرتب نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں، کیونکہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمد نے جو کتاب الآثار مدون کی ہے اور جو ان کی طرف منسوب ہے، وہ دراصل امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے۔ جیسے الموطا امام مالک کی تصنیف ہے، اس لحاظ سے حدیث کی مقدم ترین تصنیف کتاب الآثار ہوتی، نہ کہ الموطا امام مالک۔

کتاب کا ایک عنوان ہے: ”علم حدیث تیسری صدی میں“۔ اس کے تحت اس صدی میں جو کتابیں مدون ہوئیں، ان کا مفصل ذکر ہے، اور اس سلسلے میں صحاح ستہ اور مسند امام احمد پر بڑی تفصیل سے تبصرہ کیا گیا ہے۔ امام ابن ماجہ کی سنن کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ فاضل مرتب اس بات کے جواب میں کہ ابن ماجہ میں ضعیف حدیثیں نسبتاً زیادہ ہیں، لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ پر باقی پانچ کتابوں کی ترجیح بحیثیت مجموعی ہے، یعنی صحاح ستہ کی بقیہ کتابوں کو مجموعی حیثیت سے صحت کے لحاظ سے اس پر ترجیح حاصل ہے۔ یہ نہیں کہ کتب خمسہ کی ہر روایت سنن ابن ماجہ کی ہر روایت سے صحت میں زیادہ ہے، کیونکہ سنن ابن ماجہ میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ جو صحت میں صحیح بخاری

کی حدیثوں سے بھی صحیح ہیں۔

چنانچہ موصوف نے مثال کے طور پر بخاری کی بعض حدیثوں کے ضعف کی نشان دہی کی ہے۔ بخاری کی ایک حدیث ہے جس میں یہ مروی ہے کہ جب حضرت اوسمیان کا شام میں انتقال ہوا تو ان کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ نے صرف تین دن سوگ کیا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حضرت اوسمیان کا انتقال مکہ میں ہوا تھا۔ مولانا نعمانی لکھتے ہیں کہ ”امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس مضمون کی جتنی حدیثیں نقل کی ہیں، ان میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں۔“ اسی طرح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عثمان نے ولید بن عقبہ کو شراب پینے پر اسی کوڑے لگوائے، حالانکہ صحیح یہ ہے کہ اُسے چالیس کوڑے لگوائے گئے تھے۔ اس بارے میں ابن ماجہ کی روایت صحیح ہے۔

زیر نظر کتاب میں مؤلف نے ایک بڑا دلچسپ واقعہ ذکر کیا ہے، اور وہ امام ذہبی اور امام بخاری کا اختلاف ہے۔ امام بخاری تلفظ القرآن کو مخلوق مانتے تھے اور امام ذہبی اس عقیدے والے کو بدعتی سمجھتے تھے۔ جب امام بخاری نیشاپور آئے تو امام ذہبی نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ بعد میں دونوں بزرگوں میں اختلاف ہو گیا اور امام بخاری کو نیشاپور چھوڑنا پڑا۔ جب امام صاحب بخارا پہنچے تو وہاں بھی امام ذہبی کے حامیوں نے انہیں آرام نہ لینے دیا۔

مؤلف اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

”امام بخاری کو امام ذہبی سے روایت کیے بغیر تو چارہ نہ تھا، مگر اس پر خاش کی وجہ سے صحیح بخاری میں ان کا نام لیتے وقت تدلیس سے کام لیتے ہیں، اور صاف طور پر نہیں بیان کرتے۔“

مؤلف نے امام بخاری کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ ”امام بخاری کو ’الایمان قول و عمل‘ کے مسئلہ میں اس درجہ غلو تھا کہ جو شخص اس مسئلہ کا قائل نہ ہوتا، اس سے حدیث نہیں لیتے تھے۔“ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، زیر نظر کتاب علم حدیث کے متعلق معلومات کا ایک بیش قیمت ذخیرہ ہے جس سے کہ طالبان حدیث فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ غرض مولانا نعمانی کی وسعت نظر، محنت اور تحقیق و تدقیق کی جس قدر بھی تعریف کی جائے، کم ہے۔ خاص کر کتاب کے آخر میں اشاریہ کے تحت اسمائے رجال، اسمائے اہلسنن، اسمائے قبائل و جماعات اور اسمائے کتب

درج ہیں۔ جن سے مطالب کی تلاشی میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔
یہ اردو زبان میں علمِ حدیث پر ایک بڑی مفید اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

یادگارِ شبلی

(از: ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ناظم ادارہ ثقافتِ اسلامیہ)

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کو ہمارے ادب اور علمی و فکری تاریخ میں جو بلند مقام حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ ان کے احوالِ زندگی سید سلیمان ندوی مرحوم نے ۱۹۴۳ء میں حیاتِ شبلی میں جمع کیے تھے۔ تصانیف کے بارے میں وہ ایک علیحدہ کتاب لکھنا چاہتے تھے لیکن یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر اکرام کی اس کتاب یادگارِ شبلی میں نہ صرف مکمل حالاتِ زندگی ہیں (اور اس ضمن میں وہ مواد سمیٹ لیا گیا ہے جو حیاتِ شبلی کی اشاعت کے بعد شائع ہوا یا سید صاحب کو کسی وجہ سے دستیاب نہ ہو سکا)، بلکہ علامہ شبلی کی سہرا پر علیحدہ تفصیلی تبصرہ شامل ہے۔

علامہ شبلی ایک جامع حیثیات ہستی تھے۔ وہ بیک وقت اعلیٰ درجے کے مہتمم، معلم، مورخ، شاعر اور سیاستدان تھے۔ انھوں نے سولہ برس علی گڑھ کالج میں سرسید کے دستِ راست کی حیثیت سے گزارے اور علی گڑھ تحریک کے رکن رہے لیکن وہ نمدۃ العلماء کے بھی جزو غالب تھے اور علما کی تنظیم اور قدیم کی پاسداری کے لیے عمر بھر سرگرم عمل رہے۔ قدیم اور جدید کی نسبت ان کا طریقہ خذنا صفا و دعو ما کمد کا تھا۔ اور انھوں نے ان دونوں میں سے بیچ کی راہ طے کرنے کی کوشش کی۔

یادگارِ شبلی اس جامع حیثیات ہستی کی زندگی، کارناموں اور تصانیف کے طویل اور غائر مطالعہ کا حاصل ہے۔ انشاء اللہ اس سے نہ صرف شبلی شناسی کی نئی راہیں کھلیں گی، بلکہ قوم کے فکری مسائل سمجھنے اور ان کا مناسب حل تلاش کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

قیمت : - ۱۴ روپے

ضخامت : ۴۶۸ صفحات

طبعنے کا پتہ : - ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور